

## Challenges in Translating Social and Cultural Colloquial Terms from English Literature to Urdu

انگریزی ادب کے اردو تراجم میں سماجی اور تہذیبی اصطلاحات کے مسائل

<sup>1</sup>Mohsin Islam, <sup>2</sup>Dr. Irfan Tauheed

<sup>1</sup>PhD Scholar, <sup>2</sup>Assistant Professor, Department of Urdu, Lahore Leads University, Lahore  
Correspondence Email: [irfantauheed@gmail.com](mailto:irfantauheed@gmail.com)

pISSN: 3007-2077  
eISSN: 3007-2085

Received: 02-12-2024  
Accepted: 03-01-2025  
Online: 10-01-2025

Copyright: © 2024 by  
the author(s).

HEC Approved in  
Y category.



This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license.

### Abstract

Translations serve as a bridge in the world of literature, connecting diverse cultures, languages, and societies. When English literature is translated into Urdu, it involves not only a change of language but also the transfer of social and cultural values. This paper aims to provide a comprehensive analysis of the social and cultural issues encountered in the translation of English literature into Urdu. The purpose of this paper is to identify the challenges faced by translators during the translation process, such as linguistic complexities, cultural differences, and social contexts. Furthermore, this paper will examine the impact of these translations on Urdu-speaking readers. The paper will analyze various English literary works translated into Urdu to assess the extent to which these translations preserve the original text's meaning and essence. Additionally, the challenges encountered during these translations, such as cultural discrepancies, religious differences, and social barriers, will be discussed. It is hoped that this research will provide valuable insights into the difficulties present in translating English literature into Urdu and offer potential solutions. This, in turn, will assist translators in producing better translations and foster improved understanding and communication between different cultures.

### Keywords:

Translations, Cultural Differences, Religious Differences, Social Barriers, Urdu, English

ادب کسی بھی قوم کی ثقافت کی تاریخ اور معاشرتی اصولوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ انسانیت کے درمیان اور یکجہتی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ زبانوں کی بے شماریت کا فرق ہے۔ اس کے حل کے لیے ترجمہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جس نے مختلف ثقافتوں کے درمیان معلومات اور ادب کے تبادلے کو ممکن بنایا ہے۔ تاریخ انسانی کی تہذیب کا ہر صفحہ ترجمہ کی اہمیت کی تصدیق کرتا ہے۔ جس نے ایک قوم کی وراثت دوسری قوموں تک پہنچائی۔ ترجمہ نے مختلف انسانی گروہوں کے تجربات کو دوسری جماعتوں کے لیے قابل استفادہ بنایا ترجمہ کسی بھی زبان کے متن کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ہے۔ جس کا مقصد مختلف زبان بولنے والے افراد کے درمیان تفہیم اور رابطے کو ممکن بنانا ہے۔ یہ ایک اہم اور پیچیدہ فن ہے جس کے ذریعے علمی، ادبی، سائنسی اور تجارتی مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔

ترجمہ کی مدد سے مختلف زبانوں اور ثقافتوں کے لوگ ایک دوسرے کے خیالات، تجربات اور معلومات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ عمل نہ صرف مختلف زبانوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا ہے بلکہ عالمی سطح پر علم اور ثقافت کے تبادلے کو بھی ممکن بناتا ہے۔ ترجمہ قدیم ترین فنون میں سے ایک فن ہے۔ جس کا آغاز انسان کی سماجی زندگی سے ہی ہوا جب انسانوں کو مختلف گروہوں کے درمیان رابطے کی ضرورت محسوس ہوئی تو زمانہ قدیم میں ترجمہ آوازوں اور اشاروں پر مبنی تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں زبان کا استعمال بھی شامل ہو گیا۔ ترجمہ کی ضرورت ہر دور میں محسوس کی گئی ہے۔ والٹر بنجامن نے ترجمہ کو "ادب کی حیات بعد الموت" بتایا ہے۔ پانچویں صدی قبل مسیح سے دسویں صدی قبل مسیح تک کے درمیان قدیم ہندوستانی ادب جو دیسی زبانوں میں تھا اور جو اپنا وجود کھو چکا تھا۔ سنسکرت میں دیسی زبانوں کے تراجم کیے گئے۔

گزشتہ زمانے میں انسان کا علم محدود تھا لیکن عصر حاضر میں ترجمہ کو ایک نئی جہت اور وسعت حاصل ہو چکی ہے۔ دور حاضر میں ترجمہ نے اقوام اور تہذیبوں کے درمیان لسانی رکاوٹیں دور کی ہیں۔ یہ کام ہر دور اور زمانے میں نئے افکار و نظریات کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پہنچانے میں مدد کرتا ہے۔ ترجمہ کے ذریعے ہر زبان دوسری زبان کے افکار، تخیلات اور مزاج سے واقف ہو کر اپنے رنگ روپ کو وسیع کرتی ہے۔ اردو زبان کی ہی مثال لیں تو اس میں انگریزی، عربی، فارسی اور کچھ دوسری زبانوں کے مختلف علوم سے تراجم کے باعث اس کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ تراجم کے آغاز سے انسان کی آزادی، ترقی، روشن خیالی اور سائنسی طرز فکر کے نئے باب کھلے۔ تراجم کی ثقافتی اہمیت قدیم دانشوروں کی تصنیف کو ششوں کی مرہون منت ہے۔

اگر سقراط، افلاطون اور ارسطو کی تصانیف کا ترجمہ عربی زبان میں نہ ہوتا تو یہ سرمایہ روم اور یونان کے کھنڈرات میں دفن ہو جاتا۔ اسی طرح اگر یورپ نے بوعلی سینا، فارابی اور ابن رشد کے کارناموں کا ترجمہ نہ کیا ہوتا تو یہ کتب خانوں میں خاک ہو جاتے۔ ترجمہ نگاری انتہائی مشکل فن ہے۔ جس کے لیے مترجم کو دونوں زبانوں میں ہنرمندی چاہیے۔ ترجمہ نگاری ایک سنجیدہ عمل ہے۔ جو انسانی تہذیب، ثقافت، لسانی، فکری اور مذہبی ترقی کی ضرورت ہے یہ کام انسان کی تہذیبی ضرورتوں کی تکمیل کرتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل احمد جالبی اس بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ترجمہ نگاری ایک بہت مشکل کام ہے۔ ترجمہ کرنے کے دوران مترجم، مصنف کی شخصیت کے اثرات اور اس کے فکر و اسلوب سے براہ راست جڑا ہوتا ہے۔ ایک طرف اس زبان کی تہذیب و ثقافت ہوتی ہے، جس کا ترجمہ کیا جا رہا ہے وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے جب کہ دوسری طرف اس زبان کا کلچر، جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، یہ دو طرح کے اثرات خود مترجم کو متاثر کرتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

برٹش حکومت کے دوران جب انگریزی زبان کو تعلیمی زبان کے طور پر استعمال کیا جانے لگا تو تراجم کی اہمیت کھل کر سامنے آئی۔ اس نے نہ صرف اردو زبان کو ترقی دی بلکہ مغربی ادبیات کو اردو زبان کے حاملین کے درمیان پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ ثقافتی اور تہذیبی ترقی کے لیے اہم ثابت ہوا۔ ڈاکٹر رشید امجد ترجمہ نگاری کی ضرورت اور اہمیت کے ضمن میں اس بات کے قائل ہیں کہ ترجمہ نگاری ایک ایسا درپچہ ہے جس سے دوسری اقوام کے احوال و واقعات ہم پر آسانی عیاں ہوتے ہیں۔<sup>(۲)</sup>

انگریزی ادب سے اردو تراجم کا باقاعدہ آغاز مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی نے کیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں اس کو عروج حاصل ہوا۔ اس دور کے اہم تراجم میں مخزن، دکن ریویو، ہمایوں، افادہ، تمدن، ادیب اور ادبی دنیا پیش پیش رہے۔ اردو تراجم کی کثرت کے علاوہ تراجم کے ساتھ پیش آنے والے مختلف مسائل بھی سامنے آئے جو لسانیات سے لے کر تہذیب و تمدن، رہن سہن، خیالات و افکار، مذہبی تصورات، تہواروں اور اصلاحات میں فرق کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔

ترجمہ کافن آسان اور عام فہم نہیں ہے ماضی میں ترجمہ کو عموماً ثانوی درجے کا کام سمجھا جاتا تھا لیکن عصر حاضر میں اس کے برعکس حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں۔ لوگ چونکہ یہ بات سمجھتے ہیں کہ ترجمہ دوسری زبانوں کی تہذیبوں کو متعارف کروانے کا ایک راستہ ہے اس سے ایک انسانی گروہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے مگر یہ انتہائی مشکل کام ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس فن ترجمہ نگاری کے حوالے سے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ترجمہ نگاری نہایت مشکل کام ہے۔ یہ نگینہ جڑنے کافن ہے جو

بہت مہارت اور ریاضت طلب ہے۔ اس میں ایک زبان کے معانی اور مطالب کو کسی دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جانا مقصود ہوتا ہے کہ اس کے اصل متن کی خوبی اور مطالب جوں کے توں باقی رہیں۔<sup>(۳)</sup>

انگریزی اردو تراجم کے دوران سماجی اور تہذیبی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ادب کسی بھی قوم کے ثقافت تاریخ اور معاشرتی اصولوں آئینہ دار ہوتا ہے۔ ترجمہ دوسری زبان میں کیا جاتا ہے، اس میں نہ صرف لسانی تبدیلیاں آتی ہیں بلکہ تہذیبی حوالوں سے بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اردو اور انگریزی زبانیں دو مختلف لسانی خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ انگریزی ادب میں استعمال ہونے والے سماجی اشارے، رسم و رواج اور معاشرتی اصولوں کا اردو معاشرت میں بالکل مختلف مفہوم ہے مثلاً مغربی معاشرت میں آزادی اور انفرادیت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے مگر اردو معاشرت اور مشرقی تہذیب میں خاندانی نظام کو ترجیح دی جاتی ہے اور مترجم کو ان تمام عناصر کا ادراک ہونا نہایت ضروری ہے۔

کسی بھی معاشرے کے اخلاقی اور ثقافتی معیارات، محبت اخلاق اور روایات کا جو طریقہ ہے وہ سماجی اقدار کہلاتا ہے۔ یہ اقدار کوئی ادارہ قائم نہیں کرتا بلکہ یہ اقدار معاشرہ میں تجربات، مشاہدات اور جمالیاتی ذوق کے ساتھ ہم آہنگی کے نتیجے میں رفتہ رفتہ تشکیل پاتی ہیں۔ سماجی قدریں معاشرے اور قوموں کو ایک دوسرے سے مختلف بناتی ہیں۔ یہی اقدار مترجم کے لیے مسائل کا باعث بنتی ہیں کیونکہ اردو معاشرہ کی اقدار روایات، رہن، سہن، زندگی گزارنے کا ڈھنگ انگریزی معاشرے بالکل مختلف ہے۔ ترجمہ کے دوران پیش آنے والے سب سے اہم سماجی مسائل میں لسانی تغیر اولین حیثیت رکھتا ہے۔ ترجمہ ایک زبان کے ادب کو دوسری زبان سے ملاتا ہے اسی طرح علم اور آگہی کا تسلسل جاری رہتا ہے۔ انگریز ادب میں استعمال ہونے والی کئی اصطلاحات اور مفہیم اردو زبان میں براہ راست ترجمہ نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان کے برابر اردو میں کئی الفاظ موجود نہیں ہوتے اس لیے مترجم کو قریبی معنی یا مفہوم کے مطابق ترجمہ کرنا پڑتا ہے۔ خالد محمود خان اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انسان اپنی جدت پسندی اور اختراعی صلاحیتوں کے باعث آوازوں کی ان علامتوں کو با معنی بنا لیتے ہیں جب کہ دیگر جان داران آوازوں کو خاص واقعہ یا چیز کی علامت سمجھتے ہیں اور کوئی آواز یا علامت معنی کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ علم لسانیات میں آوازوں کو لفظ کہا جاتا ہے۔ ہر لفظ کے الگ معانی ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کو "لغت" کہا جاتا ہے اور ان کے معانی اپنے پس منظر میں آوازوں یعنی الفاظ کے ساتھ گہرا ربط رکھتے ہیں۔<sup>(۴)</sup>

انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے کے دوران مخصوص ترتیب کو اگر ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اصطلاحات ترجمہ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ترجمہ میں پیچیدگی پیدا کر دیتی ہیں۔ مختلف زمانوں میں تبدیلی جنس کا انتخاب کرتے وقت ترجمہ میں فرق بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم انگریزی محاورہ out of the frying pan, into the fire. اگر یہاں انگریزی لفظی ترجمہ کریں تو وہ بالکل مختلف ہو سکتا ہے اور فقرات کا اصل مقصد اور معنی کو چھپا سکتا ہے لیکن اردو میں محاورے کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا جائے تو "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا ہے"۔ اسی طرح جنس کے انتخاب کے مسائل انگریزی زبان میں مذکر اور مونث مختلف ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب جو کہ اردو زبان میں مونث ہے مگر انگریزی زبان میں اس کا بیان کچھ واضح نہیں ہے۔

ترجمہ کرتے وقت مترجم کو اس بات کا خیال رکھنا ہوتا ہے کہ it's a going to be کو اگر اردو میں لکھا جا رہا ہے۔ ہم گفتگو میں "یہ ہونے والا ہے" استعمال ہو گا۔ مطلب ایک زبان کے کئی انداز ہو سکتے ہیں۔ مترجم کو اس زبان کا اچھی طرح سے ادراک ہو جس میں ترجمہ کرنے جا رہا ہے اور جس زبان سے ترجمہ کر رہا ہے انگریزی سے اردو زبان کا ترجمہ کرتے وقت بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کا اردو میں ترجمہ کرنے کے لیے نہ صرف الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے ان کو جوں کا توں ہی لکھنا پڑ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

Synthesis

سنٹھیسس

Thermometer

تھرمامیٹر

Biometric

بائیومیٹرک

فن ترجمہ نگاری میں زبان کے تقاضوں کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے اور اس کے سماجی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو فرد کی نفسیات کے مطابق ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ نثری متن کا ترجمہ انتہائی مشکل کام ہے۔ شاعری کے ترجمہ کو بھی ایک طرح سے ناممکن قرار دیا گیا ہے۔ انگریزی ادب کا ترجمہ کرتے وقت بہت سے سماجی اور ثقافتی اختلافات کی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ اختلاف زبانی خصوصیات، سماجی روایات، تہذیبی اقدار اور مختلف ثقافتی ماحول کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ جو اردو میں مماثل نہیں ہوتے یا شاید ان کا سماجی وجود نہیں ہوتا اس طرح مترجم کو اپنے کام اور ہنر کی خوب صورتی اور تخیل کا استعمال کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ اصل متن کے جذبے کو برقرار رکھا جاسکے یہ اختلافات نہ صرف زبانی ہوتے ہیں بلکہ وہ بڑے پیمانے پر سماجی تصورات کو بھی

شامل کرتے ہیں اگر ہم کسی برطانوی ادب نگار کی کتاب کا ترجمہ کریں تو ہمیں برطانوی ماحول اور رسم و رواج، رہن سہن کے طریقہ کار کو سمجھنا ہو گا۔ ان کے معاشرتی اصول و ضوابط، ان کے خاندانی نظام، ملنے جلنے کے اطوار ہمارے معاشرے اور اقدار میں مختلف ہیں۔ ان کی کچھ مثالیں ہم یوں لے سکتے ہیں۔ جیسے برطانوی ماحول میں Tea time کی روایت ہے اب وہ ترجمہ کرتے ہوئے مترجم کو اس کا مماثل ماحول بیان کرنا ہو گا اسی طرح انگریزی زبان کے لفظ Gentleman کا مطلب شہزادہ یا مہذب لیا جاتا ہے۔ جو کہ انگریزی کے لحاظ سے اچھا مطلب یا درست مطلب نہیں ہے۔ انگریزی نثر یا نظم میں موجود مختلف جغرافیائی جگہوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے لیے بھی کوئی مخصوص مثال تلاش کرنا پڑتی ہے۔ جو قاری کے لیے ماحول کو سمجھنے میں مزید آسانی فراہم کرے اسی طرح انگریزی ادب ان کی اقدار کا آئینہ دار ہے۔

مغربی اقوام کے ادب میں ہمیشہ فرد اور انفرادیت کو مقدم جانا جاتا ہے جب کہ ہندوستانی روایات میں خاندان کی حیثیت بنیادی اکائی کی سی ہے۔ انگریزی ادب میں اکثر سماجی موضوعات کو موضوع بنایا جاتا ہے جو اردو معاشرت میں متنازع سمجھے جاتے ہیں۔ اس طرح کے متن کا ترجمہ کرتے وقت مترجم کو سماجی حساسیت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر جی ڈی سلیمان کی تحریروں میں خواتین کے حقوق اور جنسیت کے موضوعات کو اردو میں منتقل کرتے وقت سماجی دباؤ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح ہارپر لی کا ناول To kill a mockingbird کا اردو ترجمہ "گنگا جمن" کے نام سے ہوا۔ اس ناول میں نسل پرستی، انصاف اور معاشرتی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ ان موضوعات کو اردو معاشرہ اور قارئین کے لیے عام فہم بنانا ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ "سڈار تھا" ناول کا اردو ترجمہ "سدھارتا" کے نام سے کیا گیا اس ناول میں بدھ مت کا فلسفہ اور روحانی سفر کو بیان کیا گیا ہے۔

مترجم کو اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا کہ فلسفیانہ اصطلاحات اور روحانی تجربات درست انداز میں منتقل ہوں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کسی معاشرہ کی سماجی اقدار اور رہن سہن کو ایک بالکل ہی مختلف سماج اور معاشرہ میں بیان کرنا ایک مترجم کے لیے نہایت مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ مترجم نہ صرف خود ان کی لسانی اصطلاحات اور محاوروں کو سمجھے بلکہ وہاں کی رسم و رواج، معاشرتی اصول و ضوابط، زندگی کے رنگ ڈھنگ اور طور طریقے سمجھے تاکہ وہ ترجمہ کرتے وقت الفاظ کی روح کو سمجھ سکے۔ ترجمہ نگاری کے بارے میں خلیق انجم لکھتے ہیں کہ ترجمہ بنیادی طور پر انسانی معاشرے کی ایک اہم لسانی اور علمی ضرورت ہے کیونکہ بولیاں اور زبانیں اظہار خیال کا بنیادی ذریعہ ہوتی ہیں اور مختلف اقوام کی زبانوں کے بولنے اور سمجھنے والے دو افراد یا دو گروہوں یا

دو سماجوں میں اظہار خیال کا واحد ذریعہ ترجمہ ہی ہوتا ہے اس لیے ترجمہ کو بنیادی طور پر سادہ، رواں اور عام فہم ہونا چاہیے۔<sup>(۵)</sup> تہذیبی مسائل کو سمجھنے کے لیے ہمیں انگریزوں کی تہذیب کے بارے میں جاننا ہوگا۔ تہذیب ایک معاشرہ کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو کہتے ہیں۔ تہذیب کسی بھی معاشرہ کا طرز فکر، انداز، اطوار اور رہن سہن کو کہتے ہیں جو اس قوم کی پہچان ہوتی ہے۔ تہذیب کا مطلب ایک معاشرے کی تخلیقی خصوصیات ان کا طرز زندگی اور ان کی سوچ کی اساس ہے۔ ہر قوم کی اپنی ایک منفرد تہذیبی شناخت ہوتی ہے۔ جس کے کچھ عناصر دوسری تہذیبوں کے ساتھ مشترک ہوتے ہیں اور اپنی مختلف خصوصیات کی بنا پر اقوام ایک دوسرے کو تہذیبی لحاظ سے الگ کرتی ہیں۔ تہذیب کو انگریزی زبان میں کلچر کہتے ہیں جو کہ لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ جب کہ دوسری طرف اردو زبان میں مستعمل لفظ "تہذیب" عربی زبان سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "شانستگی" یا "مہذب ہونا" اس سے ہم باسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتناسانی فرق مترجم کے لیے کتنے مسائل کھڑے کر سکتا ہے۔ سرسید احمد خان ترجمہ نگاری کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اگر انسانوں کا ایک گروہ کسی جگہ قیام پذیر ہوتا ہے تو اکثر ان کی ضروریات، ان کی خوراک، ان کے لباس، ان کی معلومات، ان کی سوچ، ان کی شادی بیاہ کی تقریبات اور ان کی غم اور نفرت کی چیزیں ملتی جلتی ہوتی ہیں اور اس لیے برائی اور اچھائی کے خیالات میں بھی بہت حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔<sup>(۶)</sup>

یعنی کسی بھی قوم کے حالات و واقعات، ان کے رہن سہن اور ان کی عادات و اطوار ان کی تہذیب کے عکاس ہوتے ہیں۔ تہذیب اور انسان لازم و ملزوم ہیں۔ تہذیب کے بغیر انسانی وجود ممکن نہیں ہے اور تہذیب کا مخصوص نظام فکر و احساس پر قائم ہوتا ہے۔ جو معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتا ہے۔ معیاری تراجم بلاشبہ قوموں کے درمیان ایک پل کا کام کرتے ہیں۔ ہر جگہ یا علاقے کی تہذیب اپنے ادب اور ترجمہ کے ذریعے ہی دوسری اقوام تک پہنچتی ہے۔ ماضی میں بہت سے مترجمین نے ترجمہ کرتے ہوئے فن کو اپنی ثقافت میں ڈھال لیا۔ ان کے مختلف کرداروں نے مخصوص خطے کے ادب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا جس کے نتیجے میں فن کی اصل روح بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

ترجمہ دو تہذیبوں اور ان کی ثقافت کے درمیان ہوتا ہے اس لیے اس خطے کے ماحول، رسم و رواج، تہذیب، مذہب اور جغرافیہ جیسے تمام پہلوؤں کو ایسے ہی پیش کرنا چاہیے جس طرح وہ موجود ہوں تاکہ جس قوم کی تہذیب پیش کی جا رہی ہو اس کو اسی طرح ہی دکھایا جائے جس طرح وہ موجود ہو۔ افسانوں اور ناولوں کے تراجم کے دوران ترجمہ کا ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ استعمال

کرنا نہیں ہوتا بلکہ ایک تہذیبی معنویت کو دوسری تہذیبی معنویت میں ڈھالنا مقصود ہوتا ہے۔

اکثر نقاد اور محقق، مترجم کو ترجمہ نگاری کے دوران ترجمہ کردہ زبانوں کے متون کی اصل روح قائم کرنے کی تاکید کرتے ہیں مگر کچھ اصطلاحات اور الفاظ معاشرتی رسوم اس طرح کی ہوتی ہیں جو معاشرے میں قابل قبول نہیں ہوتی اسی طرح جنس کی مثال لیں انگریزی ادب میں جینڈر کا بہت ہی محدود تصور ہے۔ "انکل آیا" تو اسی لفظ یا فقرہ سے یہ بالکل بھی معلوم نہیں کہ وہ چچا ہے، تایا ہے، ماموں ہے یا پھوپھا ہے، اسی طرح تمام تایا زاد، چچا زاد اور ماموں زاد کے لیے انگریزی میں صرف ایک ہی لفظ "کزن" استعمال ہوتا ہے۔ ان تمام مسائل کے باوجود ترجمہ تو ہو گا مگر کئی معاملات میں مترجم کو شکست تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ "بیٹ کے "Waiting for the Godot" ڈرامے کا ترجمہ کرتے وقت کرشن چندر نے Pozzo کے بے معنی مکالمات کا ترجمہ کرتے معنی اور عبارت کا تاثر قائم رکھا ہے اور اس کو سراہا بھی گیا۔ ہے مگر ہر دفعہ یہ ترکیب کامیاب نہ ہو سکی۔

انگریزی ادب میں موجود کچھ تصورات اور علامات مخصوص ثقافت کی عکاس ہوتے ہیں۔ جن کا اردو میں مفہوم یا سیاق و سباق فراہم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے مثال کے طور پر Thanks Giving انگریزی معاشرت کا ایک اہم تہوار ہے۔ اس کا ترجمہ "یوم شکرانہ" کے طور پر تو کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کا مکمل سیاق و سباق تہوار کی روایات ایک اسلامی معاشرہ میں مترجم کے لیے بیان کرنا مشکل ہو سکتے ہیں۔ انگریزی ادب میں جنسیت اور جنسی موضوعات پر کھل کر بات کی جاتی ہے اور ادب میں ایسے موضوعات بیان کیے جاتے ہیں۔ جو اسلامی معاشرہ کے بالکل متضاد ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں مترجم کو نہایت حساسیت کے ساتھ ترجمہ کرنا پڑتا ہے تاکہ ترجمہ کی اصل بھی قائم رہے اور قارئین کے لیے کسی ناپسندیدہ تحریر کا بھی باعث نہ بنے اسی طرح مزاح اور طنز مختلف تہذیبوں میں مختلف طریقے سے کیا جاتا ہے۔ انگریزی ادب کا مذاق اردو زبان میں ایک چیلنج بن سکتا ہے بعض دفعہ مزاح کسی خاص شخصیت یا کسی ثقافتی حوالے یا کسی واقعہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے مگر ترجمہ کے بعد قارئین کے لیے مزاح اس کی مقام پر نہیں ہو گا جو انگریزی ادب کے قارئین کے لیے ہو گا۔

ان تمام مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے مترجمین کو چاہیے کہ دونوں زبانوں میں مہارت حاصل کریں۔ جامعہ لغات اور دیگر لغوی وسائل کا استعمال کریں تاکہ مترجمین کو درست معنویت اور مترادفات تک رسائی ممکن ہو سکے۔ جہاں ممکن ہو مقامی تشبیہات اور محاورات کا استعمال کیا جائے۔ ترجمے میں مقامی رنگ اور آہنگ ہو مقامی ثقافت کو مد نظر رکھتے ہوئے حوالہ جات کا

بر محل استعمال کیا جائے تاکہ قارئین کو ترجمہ میں اجنبیت کا احساس نہ ہو۔ حساس موضوعات پر ترجمے کے دوران محتاط رہیں اور اصل متن کے پیغام کو مناسب طریقے سے پیش کریں کہ تراجم کی اشاعت کے بعد قارئین کی رائے لی جائے اس طرح مختلف ثقافتوں کے درمیان بہتر تفہیم اور رابطے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔

انگریزی ادب کے اردو تراجم کے دوران سماجی اور تہذیبی اصطلاحات کے مسائل ایک گہرے مطالعے اور محتاط ترجمے کی ضرورت کو اجاگر کرتے ہیں۔ مترجمین کو زبان، ثقافت اور ادبیات میں مہارت حاصل ہونی چاہئے تاکہ وہ اصل متن کے معنی، احساسات اور جمالیاتی پہلوؤں کو بہترین طریقے سے منتقل کر سکیں۔ انگریزی ادب سے ترجمہ ایک مشکل کام ہے کیونکہ مشرق اور مغرب کی تہذیب میں سماجی اقدار میں زمین و آسمان کا فرق ہے ان کا سماجی اور ثقافتی تال میل پیدا کرنا مترجم کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے لہذا لسانیات کی ہنرمندی زبانی اصطلاحات کو سمجھنے کا مخصوص علم ادبی میڈیا سے رہنمائی لی جاسکتی ہے کیونکہ اصل ترجمہ وہی ہے جو مواد کی روح تہذیبی پس منظر اور ثقافتی حساسیت کو بھی برقرار رکھتا ہے۔ مترجم کی دونوں زبانوں اور ثقافتوں اور اصطلاحات کی گہری سمجھ بوجھ ہی ادب کے مفہوم کو پر تاثر بنا سکتی ہے۔

### حوالہ جات

- ۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلٹیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، طبع ہفتم، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۳
- ۲۔ رشید امجد، فن ترجمہ کے اصولی مباحث، مشمولہ روداد سیمینار، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: ۴۶
- ۳۔ شہباز حسین، ترجمہ کی اہمیت: مشمولہ، ترجمہ کا فن اور روایت (مرتبہ): ڈاکٹر قمر رئیس، ص: ۴۲۱
- ۴۔ خالد محمود خان، فن ترجمہ نگاری: نظریات، فکشن ہاوس لاہور، ۲۰۱۹ء، ص: ۲۰
- ۵۔ خلیق انجم، فن ترجمہ نگاری، ثمر آفسیٹ پرنٹرز اشاعت سوم، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء، ص: ۱۶۰
- ۶۔ سرسید احمد خان، مقالات سرسید، زرین آرٹ پریس لاہور، جلد دوم ۱۹۶۲ء، ص: ۳
- ۷۔ "اردو میں غیر عربی حروف کا املائی ارتقا:

Orthographic Evolution of Non-Arabic Alphabets in Urdu". 2024. Research Journal Tahqeeqat 3 (3): 167-76. <https://tahqeeqat.com/index.php/Journal/article/view/112>